باب: 4

صَادِقٌ اَمِینٌ

یوں تو ہر سچ بولنے والا "صادق" اور ہر امانت دار "امین" کہلانے کا مستحق ہے۔ لیکن مسلمانوں کے پاس یہ القاب ہمارے نبی مکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہیں کیوں کہ اس صداقت اور امانت کی تصدیق ایک پوری قوم نے کی تھی۔

دراصل آنحضرتؐ نے اپنے ابتدائی ایام میں اپنے چچا حضرت ابو طالب کے ساتھ تجارت میں ہاتھ بٹانا شروع کیا تھا۔ اس موقع پر آپؐ کی اعلیٰ فطرت نے حسن معاملہ اور دیانت کی وہ مثال پیش کی کہ پورا معاشرہ آپؐ کو ''الصادق'' اور ''الامین'' کا خطاب دینے پر مجبور ہوگیا۔ یہاں تک کہ آپؐ کی خوش معاملگی، راست گوئی اور امانت داری سے متاثر ہو کر دولت مند لوگوں نے اپنا سرمایہ حضورؐ کی خدمت میں پیش کر کے اپنا کاروبار آپؐ کے سپرد کرنا شروع کر دیا۔ حضرت سیدہ خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اس دور میں تجارت کے پیشے سے وابستہ تھیں۔ وہ ایک مالدار خاتون تصور کی جاتی تھیں۔ جب انھیں کاروباری معاملات میں آپؐ کی خوبیوں اور کامیابیوں کا علم ہوا تو انھوں نے بھی اپنا مالِ تجارت حضورؐ کے حوالے کر دیا۔ اور پھر بعد میں جب ان کے سامنے حضورؐ کی طرف سے شادی کی تجویز پہنچی تو اس کے لیے ان کو "ہاں" کہنے میں ذرا بھی ہچکچاہٹ نہیں محسوس ہوئی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں آپؐ کی سب سے بڑی شناخت آپؐ کی صاف ستھری اور پاکیزہ زندگی رہی۔ مکہ کا ہر باشندہ آپؐ کی شرافت و پاکیزگی اور اعلی اخلاق کا قائل تھا۔ 606ء میں سیلاب نے کعبے کی عمارت کو سخت نقصان پہنچایا تھا تب قریش نے اس کی دوبارہ تعمیر کی۔ لیکن جب "حجر اسود" رکھنے کا مسئلہ آیا تو قبائل میں جھگڑا ہو گیا۔ ہر قبیلے کی یہ خواہش تھی کہ یہ سعادت اسے ہی نصیب ہو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

Siddiqui Publications

کی تجویز پر قبائل کے درمیان طے پایا کہ کل مسجد حرام کے دروازے سے جو سب سے پہلے داخل ہو گا وہ اس جھگڑے کا فیصلہ کرے گا۔ دوسرے دن سب سے پہلے آپؐ پہنچے۔ پہلے پہنچنے والوں میں جب قریش کے سرداروں اور بڑے بوڑھوں کو یہ ہاشمی جوان دکھائی دیا تو سب نے ایک آواز ہو کر کہا:

هٰذا مُحَمَّدُن الأَمِيْنُ رَضِيْنَا هٰذا مُحَمَّدُن الأَمِيْنُ

{یہ محمد، امین شخص ہیں، ہم ان سے خوش ہیں، یہ محمد امین ہیں}

آنخضرتؐ نے اس جھگڑے کو طے کرنے کے لیے تجویز یہ پیش کی کہ یہ کام سب مل کر کریں۔ سب نے اس حکیمانہ فیصلے کو بخوشی قبول کیا اور اس طرح ایک خون ریز جنگ چھڑتے چھڑتے رہ گئی۔ چناں چہ طے شدہ طریقے کے مطابق حجرِ اسود کو ایک چادر پر رکھا گیا اور تمام سرداران قبائل سے کہا گیا کہ وہ چادر کے کونے پکڑ کر اٹھائیں۔ چنانچہ سب نے مل کر چادر کو اٹھایا اور جب چادر اس مقام پر پہنچی جہاں اس کو رکھا جانا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے مبارک ہاتھوں سے اس کو دیوارِ کعبہ میں نصب کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب پہلی وحی نازل ہوئی تو آنخضرتؐ پر لرزہ طاری ہو گیا، گھر پہنچ کر آپؐ نے ام المومنین حضرت خدیجہؓ کو سارا واقعہ بیان فرمایا اور کہا کہ مجھے کمبل اوڑھا دو۔ روایت ہے کہ اس موقع پر حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

"آپؐ گھبرائیں نہیں۔ آپؐ صادق ہیں، ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ قرابت داروں کا حق ادا کرتے ہیں۔
فقیروں مسکینوں کی مدد کرتے ہیں۔ مسافروں کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔
اور انصاف کی خاطر لوگوں کی مصیبتوں میں کام آتے ہیں"۔

آغازِ وحی کے تین سال بعد تک دعوت و تبلیغ کا عمل پوشیدہ طور پر جاری رہا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب باقاعدہ اعلان نبوت کا حکم ہوا تو آپؐ کوہ صفا تشریف لے گئے اور ندا دی تو قبیلہ قریش کے بہت سے لوگ کوہ صفا کے نیچے جمع ہو گئے۔ لوگوں کے جمع ہونے پر حضورؐ نے فرمایا، "لوگو! اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بڑا لشکر جمع ہے اور تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری بات کو سچ مان لوگے؟" ہجوم کی جانب سے جواب آیا:

نَعَمْ! مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ اِلَّا صِدْقاً

{ہاں! ہم نے آپ میں سوائے صدق اور سچائی کے کچھ نہیں پایا}

Siddiqui Publications

تب آپؐ نے فرمایا: ”لوگو! میں تمھیں ایک اللہ کی بندگی کی طرف بلاتا ہوں اور بتوں کی پوجا سے بچانا چاہتا ہوں۔ اگر تم میری بات نہیں مانو گے تو میں تمھیں ایک بہت سخت اور دردناک عذاب سے ڈراتا ہوں۔“ (حوالہ بخاری شریف، حدیث4430، راوی: ابن عباس)

اس موقع پر اہل قریش آپؐ پر فوری ایمان تو نہ لائے تاہم سب لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صادق اور امین ہونے کا برملا اقرار کیا۔ وہ لوگ جو آپ کی دعوتِ اسلام کو نہیں مانتے تھے، پھر بھی انھوں نے آپؐ کو صادق اور امین ماننا ترک نہیں کیا۔ اس کے باوجود بھی وہ آپؐ کے پاس اپنی امانتیں بغرض حفاظت رکھ جاتے تھے۔ کیوں کہ انھیں اس بات کا اطمینان تھا کہ ان کی امانت اس امین کے علاوہ کسی اور کے ہاتھوں میں اتنی محفوظ نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں صداقت و امانت کا یہ وصف دراصل قدرت کی جانب سے ایک غیبی تربیت تھی، کیوں کہ آپؐ کو آگے چل کر نبوت و رسالت کے عظیم مقام پر فائز کرنا تھا اور تمام عالم کے لیے عظیم رہنما بنانا تھا، اور امت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو بطورِ اُسوۂ حسنہ بھی پیش کرنا تھا۔

صداقت اور امانت کے اوصاف اگرچہ کسی مذہب یا مسلک کے محتاج نہیں بلکہ یہ انسانی شرف سے منسلک ہیں۔ لیکن اسلام نے ان اوصاف کو شریعت کی تائید سے نوزا ہے۔ اور امین کے لیے دنیوی اور اخروی سعادت اور کامیابی کا وعدہ فرمایا ہے۔ آنحضرتؐ سچائی اور امانت داری کو ایمان کا ایک اہم جز قرار دیتے ہیں۔ اس بارے میں احادیث ہیں۔

- سچ قلبی طمانیت ہے، اور جھوٹ شک و اضطراب ہے۔ جو چیز تمھیں شک میں ڈالتی ہے اسے چھوڑ کر اس کو اختیار کر جو شک و اضطراب میں نہ ڈالے۔ (ترمذی)
- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس شخص میں ایمان نہیں جس میں امانت داری نہ ہو"۔ (مسند احمد)
- بے شک سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ (متفق علیہ)
- امانت دار اور راست باز تاجر، قیامت کے دن صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ (ترمذی: حدیث1209)

----- Ö -----

Siddiqui Publications